Part-1 

19-12-2016

ہارٹ آف ایشیا کانفرنس

مفتی منیب الرحمٰن

3و4دسمبر 2016 کو بھارت کے شہر امرتسر میں ''ہارٹ آف ایشیا کانفرنس'' منعقد ہوئی۔اس کانفرنس کا مستقل چیئرمین افغانستان ہے۔امرتسر کانفرنس کا افتتاح افغانستان کے صدر اشرف غنی اور بھارتی وزیرِ اعظم نریندرا سنگھ مودی نے مشترکہ طور پر کیا۔بھارت کے وزیرِ خزانہ ارون جیٹلی اور افغانستان کے وزیرِ خارجہ صلاح الدین ربانی اس کے شریک چیرمین تھے۔اس میں پاکستان کی نمائندگی وزیرِ اعظم کے مشیر برائے امور خارجہ جناب سرتاج عزیز نے کی۔افغانستان کو اس کانفرنس کا مستقل چیرمین بنانے کا مقصد ہی یہی ہے کہ اس کانفرنس کا مرکزی موضوع افغانستان ہے۔اس کانفرنس کے شریک ممالک آذربائیجان،چین، بھارت، ایران، قزاقستان، کرغیزستان، پاکستان، روس، سعودی عرب، تاجکستان، ترکی، ترکمانستان اور متحدہ عرب امارات ہیں۔اس کے حامی ممالک میں آسٹریلیا، کینیڈا، ڈنمارک، مصر، یورپین یونین، فرانس، فن لینڈ، جرمنی، عراق، اٹلی، جاپان، ناروے، پولینڈ، اسپین، سویڈن، برطانیہ اور امریکہ ہیں۔اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ ایک بڑا عالمی فورم ہے۔

بھارت ایک عرصے سے پاکستان کو کھیلوں اور سفارت کاری سمیت تمام شعبوں میں تنہا کرنے یعنی دنیا سے کاٹ کر رکھنے کی پالیسی اپنائے ہوئے ہے اور اُس نے اپنے مقصد میں کسی حد تک کامیابی حاصل کی ہے۔ہمارا مقبول قومی کھیل کرکٹ ہے اور بھارت نے کرکٹ میں بگ تھری کا نظریہ متعارف کرا کر پاکستان کو کافی عرصے سے اس کھیل میں کُلّی نہیں تو جزوی طور پر دنیا سے الگ تھلگ کر رکھا ہے۔کافی عرصے سے دہشت گردی کے الزام کے سبب غیر ملکی ٹیمیں پاکستان کا دورہ نہیں کر رہیں۔جب دبئی، شارجہ اور ابوظبی میں ہماری قومی ٹیم کسی غیر ملکی ٹیم کے ساتھ ''ہوم سیریز'' کھیل رہی ہوتی ہے، تو دکھ بھی ہوتا ہے اور ہنسی بھی آتی ہے کہ ہماری ٹیم بیرونِ ملک کھیلتے ہوئے بھی میزبان ٹیم کہلاتی ہے۔2009 میں سری لنکا کی کرکٹ ٹیم کے حادثے کے بعد ہم کرکٹ کھیلنے والے ممالک میں صرف دنیا کی آخری درجے کی ٹیم زمبابوے کو کافی ناز برداری کر کے لاہور لانے میں کامیاب ہو سکے ہیں۔مزید یہ کہ پاکستان سپر لیگ بھی، جس کے آرگنائزر اور میزبان ہم خود ہیں، متحدہ عرب امارات میں کھیلی جارہی ہے۔پاکستان کے ساتھ کرکٹ کھیلنے والے ممالک کی یہ بہت بڑی ستم ظریفی ہے۔دولت کی خاطر پاکستان سپر لیگ میں انفرادی حیثیت سے کھیلنے والے غیر ملکی کھلاڑی بھی تاحال پاکستان میں آکر کھیلنے پر آمادہ نہیں ہوئے، پاکستان کرکٹ بورڈ اس کے لیے کوشاں ہے اور پاکستان سپر لیگ کے انعقاد کا بنیادی مقصد بھی یہی ہے کہ بین الاقوامی کرکٹ کو پاکستان لایا جائے۔

Part-2

اسلام آباد میں منعقد ہونے والی سارک کانفرنس کو بھارت نے ناکام بنادیا، کیونکہ سارک کے رکن دیگر ممالک بھارت کے زیرِ اثر ہیں اور وہ بھارت کو ناراض کرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتے۔ اس تناظر میں ''ہارٹ آف ایشیا کانفرنس'' میں شرکت نہ کرنا، بھارت کے مقاصد کو تقویت دینے کے مترادف ہوتا۔ سو ہماری نظر میں حکومت کا شرکت کا فیصلہ درست تھا، اس میں پاکستان کو اپنا موقف پیش کرنے کا موقع ملا اور چند اہم ممالک نے بھارت کی سرزمین پر پاکستان کے موقف کے بارے میں مثبت تاثرات بھی دیے، اِسے ہم ہارٹ آف ایشیا کانفرنس میں پاکستان کی شرکت کا ایک ثمر قرار دے سکتے ہیں۔

ہمارے بعض عقابی دانشوروں اور پریشر گروپس کا یہ شکوہ ہے کہ پاکستان نے امرتسر میں ہونے والی ہارٹ آف ایشیا کانفرنس میں شرکت کیوں کی اور بعض فریاد کُناں ہیں کہ پاکستان نے افغانستان پر چڑھائی کیوں نہ کردی۔ عالمی حقائق سے آنکھیں بند کر کے اپنے آپ کو حب الوطنی کا اجارہ دار ثابت کرنے اور جائز یا ناجائز طور پر حکومتِ وقت کو طعن وتشنیع کا ہدف بنانے کا یہ بہترین حربہ ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک مشکل حالات میں اپنے لیے گنجائش پیدا کرنا ہی بہتر حکمتِ عملی ہے۔ کامیاب سفارت کاری صرف جارحیت ہی کا نام نہیں ہے، بلکہ صورتِ حال کے مطابق حکمتِ عملی اختیار کرنے کا نام ہے۔ تلخ حقیقت یہی ہے کہ اس وقت چین کے علاوہ ہمارے تمام پڑوسی ممالک یعنی ایران اور افغانستان بھارت کے زیرِ اثر ہیں اور خلیجی ممالک کے ساتھ بھی ہمارے تعلقات کچھ زیادہ قابلِ رشک نہیں ہیں۔ ہم روس کے ساتھ روابط کو بہتر بنانے کی کوشش کررہے ہیں اور روس بھی اپنے قومی اور عالمی مفاد میں کسی حد تک لچک دکھا رہا ہے۔ اُس کا سبب یہ ہے کہ بھارت ماضی میں سامانِ حرب کے حوالے سے مکمل طور پر روس کا تجارتی شراکت دار اور حلیف تھا، لیکن اب بھارت کا جھکاؤ واضح طور پر امریکہ کی جانب دکھائی دے رہا ہے اور اب جدید ترین سامانِ حرب کے لیے امریکہ اور فرانس وغیرہ کے ساتھ اربوں ڈالر کے سودے ہوئے ہیں، F-16 کی ٹیکنالوجی کی منتقلی کی بات چل رہی ہے اور امریکہ بھی چین کا محاصرہ کرنے کے لیے بھارت کی ناز برداری میں مصروف ہے۔ اس لیے روس کی بھارت سے علامتی دوری یا پاکستان کی طرف جھکاؤ قابلِ فہم ہے۔ اگرچہ روس کی ترجیح یہی ہوگی کہ بھارت کی سامانِ حرب کی مارکیٹ کو ہاتھ سے نہ جانے دے، لیکن عالمی سفارت کاری میں اپنے حلیف کو یہ دکھانا ہوتا ہے کہ اگر تم آنکھیں پھیر لوگے تو ہمارے پاس بھی متبادل آپشن موجود ہیں۔ ہمارے محبِ وطن دانشور اور دفاعِ پاکستان کونسل کے قائدین تو ہمیشہ اندھے کی لاٹھی چلانے کا مطالبہ کرتے رہتے ہیں یا اس کی خواہش ظاہر کرتے ہیں، لیکن سفارت کاری فراست اور دانش کا تقاضا کرتی ہے۔ زمانہ قبل از اسلام یعنی عہدِ جاہلیت میں شاعری ایک بہت بڑا افتخار اور اپنے اپنے قبائل کی تشہیر کا ذریعہ تھا، اُس کی حیثیت آج کل کے الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا جیسی تھی۔ عہدِ جاہلیت کے نامی گرامی شعراء کے قصائد کا مجموعہ ''مُعَلَّقَات'' کے نام سے معروف ہے اور ''اَلْمُعَلَّقَاتُ السَّبع'' اور ''اَلْمُعَلَّقَاتُ الْعَشر'' مشہور ہیں۔ ان کو ''مُعَلَّقَات'' اس لیے کہا جاتا ہے کہ تَحَدِّی (Challange) کے طور پر بیت اللہ میں آویزاں کیا جاتا تھا، اسی لیے انہیں ''مُعَلَّقَة'' (Hanged) کہا جاتا تھا۔ چنانچہ عہدِ جاہلی کا مشہور زمانہ شاعر امرؤالقیس اپنے گھوڑے کی خوبی بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

مِكَرٍّ مِفَرٍّ مُقْبِلٍ مُدْبِرٍ مَعاً　　كَجُلْمُوْدِ صَخْرٍ حَطَّهُ السَّيْلُ مِنْ عَلِ

ترجمہ: ''(میرا گھوڑا جنگ کے دوران صورتِ حال کی مناسبت سے اور موقع دیکھ کر) آگے بڑھ کر حملہ کرتا ہے اور (موقع کی نزاکت دیکھ

 

کر) پیچھے ہٹ جاتا ہے، الغرض وہ دشمن کے مقابل پیش قدمی بھی کرتا ہے اور جنگی حکمت عملی کے تحت پیچھے بھی ہٹ جاتا ہے (یعنی وہ اتنا ذہین اور ہوشیار ہے کہ موقع کی مناسبت سے جنگی تدبیریں اختیار کرتا ہے)، اُس کی مثال اُس بڑی چٹان کی سی ہے جسے سیلاب نے بلندی سے گرادیا ہو"۔ اس شعر میں امرؤالقیس یہ کہنا چاہتا ہے: "اُس کا گھوڑا اپنے سوار کے اشارے یا نیت کو سمجھتا ہے، وہ اپنی قوت اور ارادے کو مجتمع رکھتا ہے، حاضر دماغ رہتا ہے، جنگ کی ہولناکی سے وہ مخبوط الحواس یعنی Mentlly Disturbed نہیں ہوتا، وہ موقع کی مناسبت سے حکمتِ عملی اختیار کرتا ہے اور جب دشمن پر حملہ آور ہوتا ہے تو اُس کے حملے میں اتنی طاقت ہوتی ہے، جیسے تندوتیز سیلاب نے بھاری چٹان کو بلندی سے گرادیا ہو اور جنگی مہارت میں وہ پتھر کی مضبوط چٹان کی طرح مستحکم ہوتا ہے"۔ سوحب الوطنی کے اجارہ دار اہلِ دانش سے ہماری مؤدّبانہ گزارش ہے کہ جنگی اور سفارتی حکمت عملی سمجھنے کے لیے ہمیں کم از کم امرؤالقیس کے گھوڑے ہی سے دانش سیکھ لینی چاہیے۔ میدانِ جنگ ہو یا سفارتی محاذ، جنگ بہر حال حاضر دماغی، شجاعت اور فراست کی متقاضی ہوتی ہے۔ اگر اس شعر کے مفہوم کو بیان کرنے میں مجھ سے کوئی معنوی کمی رہ گئی ہو یا فہم میں خطا واقع ہوئی ہو، تو جناب اظہار الحق سے گزارش ہے کہ اصلاح فرمادیں۔

یہ امر مُسلّم ہے کہ تکنیکی اعتبار سے پاکستان کا وزیرِ خارجہ نہیں ہے اور یہ منصب خود وزیرِ اعظم نے سنبھال رکھا ہے۔ لیکن وزیرِ اعظم کے مشیر برائے امور خارجہ جناب سرتاج عزیز سابق بیوروکریٹ ہیں، اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص ہیں، پاکستان کے وزیرِ خارجہ رہ چکے ہیں، پختہ کار سیاست دان ہیں، کیا وزیرِ خارجہ کے لیے پہلوان یا جوان ہونا ضروری ہے؟ کیا بھارتی وزیرِ خارجہ سُشما سوراج پہلوان ہیں، وہ تو سرتاج عزیز صاحب کے مقابلے میں بھی نحیف ونزار نظر آتی ہیں۔ اپنی ہر چیز کو حقیر جاننا ہمارا شعار بن گیا ہے، اس پر افسوس ہی کیا جاسکتا ہے۔ سرتاج عزیز صاحب کو سکھوں کے تاریخی گردوارے "گولڈن ٹیمپل" نہیں جانے دیا گیا یا انہیں پریس کانفرنس سے روک دیا گیا، یہ بلاشبہ افسوس کی بات ہے، لیکن اس قدر نہیں کہ ہمارے آزاد میڈیا کے پچیس سے زیادہ چینل ماہرین کو مسند پر براجمان کر کے "شامِ غریباں" منانا شروع کردیں، آخر آپ دشمن ملک سے اس کے برعکس توقعات کیسے قائم کر سکتے ہیں۔

ہمارے ایک صاحبِ طرز کالم نگار جناب عبداللہ طارق سہیل کے بعض تبصرے شاہکار ہوتے ہیں، اُن میں سے ایک یہ ہے کہ جناب پرویز مشرف کی چار ریٹائرڈ بیوائیں الیکٹرانک میڈیا پر مسلسل ماتم کناں رہتی ہیں۔ جناب جنرل پرویز مشرف اپنے عہدِ اقتدار میں جنرل (ر) حمید گل مرحوم اور جنرل (ر) مرزا اسلم بیگ کو خود ساختہ یا جعلی دانشور کہا کرتے تھے، اُن کی انگریزی اصطلاح Pseudo Intellectual تھی۔ سو الحمد للہ، ماشاء اللہ! ہمارے ہاں اہلِ فکر ونظر اور دانشوروں کی بہتات ہے۔ کسی زمانے میں صاحب طرز طنز نگار جناب ابنِ انشا مرحوم نے لکھا تھا: "قومی مردم شماری کے دوران لیاقت آباد کراچی کے دو محلّوں میں پچیس شعراء نکلے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارے ہاں ماشاء اللہ شعراء کی بہتات ہے، اگر ان کی برآمد کی کوئی تدبیر کی جاسکے تو ملک کو کافی زرمبادلہ حاصل ہو سکتا ہے"۔ سو آج کل جعلی عاملوں اور پیروں کے ساتھ ساتھ اصلی دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کی بھی ماشاء اللہ ایسی ہی بہتات ہے، ان کا بھی کوئی قومی مصرف تلاش کرنا از حد ضروری ہے۔

(روزنامہ دنیا، 19 دسمبر 2016ء)